ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.2 2026

ضمیر اختر کی انیس شناسی: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

(1)متین محمد:

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

(2)ڈاکٹر طاہر عباس:

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی ڈی.جی خان

Abstract:

Extensive research has been conducted on the works of Mir Anees in Urdu literature. However, the work conducted by Zamir Akhtar Naqvi on Mir Anees is distinctive in nature. Although little research is available on the poets of Mir Anees' family, Zamir Akhtar Naqvi has identified twenty two poets from his lineage and has also presented samples of their poetic works. In addition Zamir Akhtar Naqvi has carried out a remarkable study on the use of colours in Mir Anees' poetry. This was previously an unexplored aspect of Mir Anees' work Through this work, Allama Zamir has interpreted the importance of colours used in the poetry of Mir Anees. Indeed, Mir Anees is one of the greatest poets of Urdu-Literature. However, such a scholarly analysis of the use of colours in his poetry has introduced a new dimension to the study of his work. Mir Anees is a multidimesional personality and to prove this, Allama Zamir has left no stone unturned. He has also presented Mir Anees as a zoologist by providing examples from his poetry. Allama Zamir was himself an expert in Animal behaviour and their characteristics. This is the reason Allama has explained animal behaviour in Mir Anees poetry. According to Allama, if we carefully observe Mir Anees work we come to know that the lion and the horse, due to their specific characteristics are Anees favourite animals. Whereas, the elephant and the Leopard (Cheetah) are disliked due to their association with the soldiers of Yazid's army. In Addition, Allama Zamir has also discussed Mir Anees's personal life and the various dimensions of his poetry. He also emphasize that if the works of Mir Anees are removed from Urdu Literature, then in terms of epic poetry it would not be possible to complete with Western literature.

مرثیے کی صنف ہی نے اردو کو الفاظ، روزمروں، محاورات اور ضائع بدائع سے مالال کیا اور رزمیہ کے حوالے سے خود کفیل کر دیا۔ ورنہ اس سے پہلے اردو ادب میں ویاس کی "مہابھارت" والمیکی کی "رامائن" ہومر کی ایلیڈ"، فردوسی کا "شاہنامہ"، نظامی کا "سکندر نامہ" اور ملٹن کی گم شدگی بہشت کے ہم پلہ کوئی تصنیف نہیں تھی۔ اردو میں ایسے فن پاروں کی کمی کو مرثیے نے پورا کیا اور اس میں میر انیس نے اپنا پورا حصہ ڈالا۔ مرثیہ ایسی صنف ہے جس میں اردو نظم کی تمام خوبیاں یکجا ہو گئی ہیں اور میر انیس مرثیے کے میدان کے شہسوار ہیں۔ انیس کا فن ہر دور کے ادیب اور ناقد کی فکر کا مرکز رہا ہے۔ انیس کی شاعری میں اتنی وسعت ہے کہ اس پر جتنا بھی کا کیا جائے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ابھی صرف ابتدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ کہ ہر دور کے ناقدین نے انہیں موضوع بحث بنایا ہے۔ میر انیس کی شخصیت اور فن کے حوالے سے ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے چند اہم اور مقبول نام لیے جا رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ انیس شناسی کی روایت میں اہمیت کا حامل ہے ان میں مولانا شبلی نعمانی، کلیم الدین احمد، امداد امام اثر، مسعود حسن رضوی، صالحہ عابد حسین، گوپی چند نارنگ، شامل ہیں۔ یہ لسٹ ابھی نا تمام ہے۔

پاکستان میں جہاں بھی انیس شناسی کا تذکرہ ہو گا علامہ ضمیر کا نام لازمی سر فہرست ہو گا۔ علامہ کو اس حوالے سے نمایا حیثیت حاصل ہے ان کی اکیلی ذات انجمن کا درجہ رکھتی ہے مرثیہ شناسی میں خصوصاً انیس پر تحقیق و تنقید کو انہوں نے اپنا مشن بنا لیا تھا۔ علامہ موصوف بچپن سے ہی شعر و ادب سے شغف رکھتے تھے اور مرثیہ ان کی پسندیدہ صنف ادب تھی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی وہ ادب کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے۔ اور انیس سے انکی محبت صرف مذہبی بنیادوں پر نہیں تھی بلکہ وہ انیس کی شاعری کے مداح تھے۔ پاکستان میں انیس پر باقاعدہ کام ضمیر اختر نے شروع کیا۔ اس کام کا آغاز انہوں نے سب سے پہلے 1971ء عیسوی میں کیا جب انہوں نے انیس اکیڈمی قائم کی۔ انیس کی سو سالہ یادگار کے موقع پر "یادگار انیس" کے نام سے ایک مجلہ بھی جاری کیا یہ مجلہ انیس سے محبت کرنے والوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ مختلف ادبی رسالوں کے انیس نمبر بھی شائع کرائے اور لوگوں کے سامنے انیس شناسی کے نئے نئے پہلو لے کر آئے۔ 1972ء میں "ماہ نو" اور سیپ کے

انیس نمبر بھی شائع کرائے۔ "الحیدر" کا محرم نمبر شائع کرایا جس میں انیس شناسی کے حوالے سے اہم معلومات فراہم کیں۔ 1973ء میں پیام عمل کا انیس نمبر بھی شائع کرایا۔ علامہ ضمیر کو انیس کا انسائیکلوپیڈیا مانا جاتا ہے۔ اور انیس شناسی میں ان کو سند کا درجہ حاصل ہے۔

"انجمن یادگار میر انیس کراچی" کے زیر انتظام 1972ء میں انیس کی 98 ویں برسی کے موقع پر یوم انیس منایا گیا۔ یہ پروگرام رضویہ سوسائٹی میں منعقد ہوا۔ اس انجمن کے تحت میر انیس کے متعلق کراچی کے سکولوں اور کالجوں میں مضمون چھاپے گئے ضمیر اختر نقوی اس انجمن کے روح رواں تھے انہوں نے کم عمری میں انتہائی دلچسپی اور خاطر جمعی کے ساتھ ایسی خدمات سرانجام دیں جس کی شاید بڑے بڑے ادیبوں سے بھی کم توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ انہی کی کوششوں کا ثمر تھا کہ میر انیس کی زندگی اور فن پر کئی مضامین اور نظمیں مسلسل لکھی گئیں۔ خود علامہ موصوف نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا۔

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے 1988ء میں ایک الوداعی عشرہ مجالس پڑھا جس کا عنوان "قرآن اور میر انیس" تھا۔ یہ عشرہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت معلوماتی بھی تھا۔ علامہ صاحب نے 2005ء میں محرم کے مہینے میں ایک عشرہ "میر انیس اور واقعہ کربلا" کے عنوان سے پڑھا۔ اگر علامہ موصوف کے 1970ء سے 2008ء تک کے اڑتیس سالہ ادبی سفر کو دیکھا جائے تو ان سالوں میں جتنے بھی ادبی رسالے چھپے انہوں نے تقریباً تمام مقبول رسالوں میں انیس کے اوپر مختلف مضامین لکھے ہیں اور ان میں اچھوتے موضوعات بیان کیے گئے ہیں علامہ صاحب میر انیس کو اس قدر مانتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے انیس کو نہیں پڑھا وہ شاعری نہیں کرسکتے کیوں کہ میر انیس کے مرثیوں میں نظم، غزل، زرمیہ، حزنیہ، طربیہ اور مرثیہ وغیرہ سب بیک وقت موجود ہیں۔

ملتان آرٹس کونسل میں میر انیس سیمینار منعقد کیا گیا اس میں بھی مختلف ادباء نے شرکت کی۔ اس سیمینار میں علامہ صاحب نے تقریباً دو گھنٹے میر انیس پر گفتگو کی۔ انہوں نے مختلف حوالوں سے یہ بات ثابت کی کہ ہماری درسی کتب میں میر انیس کا کلام پڑھایا جانا بہت ضروری ہے۔ ہماری اخلاقیات اور معاشرے کی بہتری کے لیے بھی انہوں نے میر انیس کے کلام کی تفہیم پر زور دیا ہے۔ میر انیس کی شاعری پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میر انیس کی شاعری حقیقت کی شاعری ہے ان کی باتیں خیالی نہیں بلکہ حقیقت ہیں۔ اس پر انہوں نے مثال دی کہ اگر غزل کے محبوب کو چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں تو وہ نہیں ملے گا۔ لیکن انیس کے محبوب کو ڈھونڈنے کی ہر گز ضرورت نہیں بلکہ وہ حضرت حسین، حضرت عباس اور حضرت علی اکبر کی صورت میں ہمارے بالکل سامنے ہیں۔ ضمیر اختر نقوی کہتے ہیں کہ ملٹن، شیکسپیئر اور ہومر کے ہاں بھی چھوٹی عمر کے انسانوں کا تذکرہ نہیں ملتا جب کہ علامہ صاحب نے ان کا تقابلی جائزہ انیس کے ساتھ کرتے ہوئے کہا کہ میر انیس کی شاعری میں چھ ماہ کے بچے کو بھی موضوع بنایا گیا ہے انیس کی زرمیہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے ضمیر اختر نے کہا کہ ارسطو نے انیس سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے زرمیہ شاعری کے اصول بیان کیے تھے اور یہ ان کی کتاب "بوطیقا" میں ملتے ہیں جو یونانی زبان میں تھے بعد میں دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے اور زرمیہ شاعری کے حوالے سے ہومر، ورجن ملٹن اور فردوسی کے نام لیے جاتے ہیں اور میر انیس نے ان تمام شعراء سے زیادہ تعداد میں زرمیہ شاعری کی ہے کیوں کہ مذکورہ تمام شعرا میں سے کسی کے اشعار کی تعداد 60 ہزار سے زاہد نہیں ہے جب کہ اکیلے میر انیس کے کربلا پر اشعار کی تعداد ڈھائی لاکھ ہے اور میر انیس کی زرمیہ شاعری کو اگر ارسطو کی بوطیقا کے بتائے گئے اصولوں پر پرکھا جائے تو ان کی شاعری ان اصولوں پر پوری اترتی ہے۔ حالاں کہ انیس نے تو بوطیقا کا مطالعہ ہی نہیں کیا تھا۔ یہ ایک عظیم شاعر کی نشانی ہے۔

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ایک ایسے ادیب محقق اور ناقد ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنی تحاریر اور مضامین کے ذریعے انیس شناسی کو فروغ دیا بلکہ اپنی مجالس میں بھی میر انیس اور واقعہ کربلا، قرآن اور میر انیس اور سورہ یوسف اور میر انیس جیسے عنوانات کا انتخاب کرکے انیس شناسی کی تبلیغ کی۔ انیس فہمی اور انیس شناسی کی ضمن میں ان کی کئی تصانیف بھی منظر عام پر آچکی ہیں جس سے ان کی انیس سے عقیدت کا معیار سب کے سامنے آتا ہے ان تصانیف کے نام یہ ہیں ہر صدی کے شاعر اعظم میر انیس، خاندان میر انیس کے نامور شعراء، میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال میر دی سٹڈی آف ایلجیز آف میر انیس. انیس بحیثیت ماہر حیوانات، نوادرات مرثیہ نگاری اور ایک انگریزی تصنیف ضمیر اختر کو اس بات کا دکھ تھا کہ میر انیس کے خاندان پر کبھی سرے سے کوئی تحقیقی و تنقیدی کام نہیں کیا گیا۔ اردو ادب کے قارئین اتنے بڑے علمی و ادبی گھرانے کے بیش تر شعرا اور ان کے کلام سے ناآشنا تھے۔ اس ادبی خلا کو پر کرنے کے لیے علامہ موصوف نے انتہائی محنت اور تحقیق کے کٹھن مراحل طے کرکے ایک بہترین کتاب "خاندان میر انیس کے نامور شعرا" کے عنوان سے لکھی۔ یہ تصنیف میر انیس کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے مرثیہ گو شعرا کا اولین تذکرہ تصور کی جاسکتی ہے۔ انیس کے خاندان میں مرثیہ نگاری نسل در نسل منتقل ہوئی ہے میر انیس مرثیہ نگاری کے حوالے سے اپنے خاندان کی چوتھی پشت میں سے تھے۔

یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کتاب کو ترتیب دے کر علامہ ضمیر نے میر انیس کے خاندان کے بہت سے شعرا کو حیات دوام بخشی ہے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد بہت سے ناقدین کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی کہ میر انیس، انس اور مونس کے بعد انیس کے خانوادے میں میر نفیس، عروج اور عارف ہی مرثیہ گو شعرا تھے ان کے بعد کوئی بڑا نام پیدا نہیں ہوا۔ اس کتاب میں انیس کے خاندان کے 22 شعراء کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ علامہ ضمیر تحریر کرتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.2 2026

"شاعروں میں جسے میں نے سب سے پہلے پہچانا ہے وہ میر انیس ہیں پانچ برس کی عمر میں اپنے گھر کے ذہنی اور ادبی ماحول کی وجہ سے ضمیر اختر انیس کے کلام سے آشنا ہوئے۔ نصاب کی کتب میں بھی میر انیس کا کلام شامل تھا۔ اسی طرح انیس سے محبت کا ایک لازوال سلسلہ شروع ہوا۔"(1)

اِسی طرح اپنی کتاب "خاندان میر انیس کے نامور شعرا" کے حرف آغاز میں علامہ لکھتے ہیں:

"انیس کے خاندان کے دو بزرگ سید یوسف حسین اور سید اصغر حسین نے اس کتاب کی تصنیف میں ان کی بہت مدد کی۔ میر انیس کے خاندان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن علامہ ضمیر نے صرف مرثیہ گوئی کے حوالے سے ان کا تذکرہ کیا ہے اس خاندان نے مرثیہ کو نئی جہتیں دی ہیں۔ ان کی شاعری قریباً دو سو سال کے عرصے پر محیط ہے۔ ان کا خاندان زبان دانی کے حساب سے مستند مانا جاتا ہے اس خاندان کے افراد کا انداز ایک دوسرے سے مختلف ہے کسی نے منظر نگاری اور مصائب کے بیان میں کمال حاصل کیا تو کسی نے زرم میں کمال حاصل کر لیا انیس سے پہلے اردو ادب میں منظر نگاری اور ڈرامائی عناصر کم ملتے ہیں لیکن مغرب میں شکسپئر، ٹی ایس ایلیٹ اور ہومر نے منظر نگاری اور ڈرامائی تشکیل کا پلر ابلند کر رکھا تھا اردو ادب میں اس کمی کو میر انیس نے پورا کر دیا۔"(2)

"خاندان میر انیس کے نامور شعرا" ایسی تصنیف ہے جو اختصار اور جامعیت کا حسین امتزاج ہے۔ علامہ سے پہلے اس موضوع پر کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب گہرے مطالعے اور خوب چھان پھٹک کے بعد بکھرے ہوئے مواد کو اکٹھا کرنے سے وجود میں آئی۔ علامہ ضمیر نے میر امامی موسوی صاحب کو میر انیس کا جد امجد بتایا ہے ان کا تعلق ہرات سے تھا اور وہ شاہ جہاں کے عہد میں ہندوستان آئے اور شاہجہاں آباد میں مقیم ہو گئے اگلی کڑی میر ہدایت اللہ اور ان کے بیٹے میر عزیز اللہ مخلص ہیں۔ میر امامی اور میر ہدایت اللہ کا ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے میر انیس کے خاندان کے آٹھ پشتوں کے شعرا کا تذکرہ کیا ہے تذکرہ بطور شاعر تو نہیں کیا گیا لیکن یہ بات ثابت ہے۔

"خاندان میر انیس کے نامور شعرا" کے نام سے علامہ صاحب نے 22 مشہور شعرا کی زندگی کے حالات اور ان کے کلام کے نمونوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ترتیب دی ہے اگرچہ اس کتاب کو ترتیب دینے میں محض 72 کتب ور سائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہر شاعر کے حالات زندگی معلوم کرنے اور ان کے نمونہ کلام کی چھان بین کرنا ایک محنت طلب کام ہے اس میں جسمانی طاقت، وقت، دولت، لگن اور عزم کی ضرورت تھی تب جا کر یہ کتاب معرض وجود میں آئی۔ انیس کا خاندان اردو ادب کا وہ خاندان ہے جس نے اردو کے چمن کی آبیاری کی ہے۔ اس خاندان کے ہر شاعر نے اپنے دور میں خود داری اور خاندانی وضع قطع کو ہر چیز پر فوقیت دی۔ اس خاندان کا کوئی شاعر کسی نواب یا رئیس کے دربار سے منسلک نہیں رہا۔ انیس کے خاندان کی اگر شعری اور ادبی خدمات کو اردو ادب سے نکال دیا جائے تو اردو ادب رزمیہ کا مقابلہ مغربی ادب سے نہیں کر سکے گا۔

"میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال" انیس شناسی کی روایت میں علامہ ضمیر اختر کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یہ اپنی طرز کا ایک انوکھا اور نرالا کام ہے۔ دنیا کے جتنے بھی عظیم شعرا ہوتے ہیں وہ زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو کر آفاقی شاعر بن جاتے ہیں اور ہر دور کے ترجمان بن جاتے ہیں۔ ہر دور میں ایسی عظیم ہستیوں کے کلام کے نئے گوشے تلاش کیے جاتے ہیں اور یہی بات میر انیس جیسے قادر الکلام شاعر پر بھی صادق آتی ہے۔ ہر دور میں انیس شناسی پر نئے گوشے منظر عام پر آتے رہے ہیں میر انیس کے مرثیوں کے حوالے سے ان کی کتاب "میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال" بالکل منفرد نوعیت کی کتاب ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر اس سے پہلے کبھی کسی نے توجہ نہیں کی۔ علامہ موصوف کو انیس سے عشق ہے اور ان کے زرخیز ذہن میں انیس کے حوالے سے اچھوتے اور منفرد خیالات جنم لیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے انیس کے مرثیوں میں رنگوں کے حوالے سے جائزہ لیا ہے اور موضوع کے ساتھ نہ صرف انصاف کیا ہے بلکہ موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

اردو شاعری میں رنگوں کا بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اور رنگوں کا یہ استعمال صرف منظر نگاری یا آرائش کلام تک محدود نہیں رہا بلکہ اب رنگوں کا یہ استعمال نفسیاتی، تہذیبی اور علامتی معنویت کا حامل ہو چکا ہے اور اردو شاعری میں میر انیس نے جس طرح رنگوں کا استعمال کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ان کے کلام میں نفسیاتی، علامتی اور تہذیبی معنویت کھل کر سامنے آتی ہے۔ لیکن انکی شاعری میں رنگوں کے استعمال پر کبھی اس طرح سائنسی انداز میں بحث ہوئی ہی نہیں اور اس معاملے میں اولیت جناب ضمیر اختر نقوی کو حاصل ہے جنہوں نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے یہ مرحلہ طے کیا اور میر انیس کی شاعری میں رنگوں کے استعمال کا نفسیاتی اور

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سائنسی انداز میں جائزہ لیا ہے انہوں نے رنگوں کی سائنس بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح رنگ انسانوں کی زندگی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں انہوں نے مغربی ادیبوں کے حوالے سے بھی ان کے مشاہدات کا تذکرہ کیا ہے انتظار حسین ضمیر اختر نقوی کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> "Colours he says can now be measured and can also be Shown and explained through numbers. Primary colours according to him are few three or four. And secondary colours are large in numbers. As for the number of primary colours Newton according to him had determined their number at seven" (3)

جدید محققین نے یہ بات ثابت کی ہے کہ پرائمری رنگ صرف تین ہیں سرخ، سبز اور نیلا رنگ۔ ڈاکٹر ضمیر اختر کے بقول اردو میں لفظ "رنگ" کے 37 مطلب نکلتے ہیں اور میر انیس نے لفظ "رنگ" کو اپنی شاعری میں ان تمام مطالب کے لحاظ سے برتا ہے۔ ضمیر اختر مغربی ادب سے بھی شناسا تھے ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا رنگ کے 37 معانی اخذ کرنے کے پیچھے شاید ساختیات سے ان کی واقفیت تھی۔ کیوں کہ ساختیات میں بھی الفاظ کے معانی کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ متن کی ساخت کو اہمیت حاصل ہے۔ ساختیات، متن کے مصنف اور اس کے زمانے کو اہمیت نہیں دیتی بلکہ اس میں قاری کو اور قرات کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ساختیات میں معانی کو الفاظ کے باہمی رشتے اور ان کی ساخت کی وجہ سے وضع کیا جاتا ہے۔

ضمیر اختر، میر انیس کے مرثیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے مرثیوں میں روانی، لہجے کی پختگی، بلاغت، سلاست، فصاحت اور تیز زبانی اور کے علاوہ رنگین بیانی بھی ملتی ہے۔ رنگ آمیزی ان کی شاعری میں کئی پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ان کا کلام رنگین ہے اور ٹیکنی کلر ہے۔ اور اس ضمن میں علامہ موصوف نے بہت سے رنگوں کا ذکر کیا ہے ان میں نیلا، سرخ، سبز، اودا، آسمانی، فیروزی، گلابی، سرخ، سنہرا، سفید، سیاہ، نارنجی، آتشی گلابی، الماسی، ارغوانی، دھانی، زعفرانی، بادامی، کیسری، سانولا، سوسنی، نرگسی، طاؤسی، یاقوتی، کاہی، کندن، گلنار، کُسم، احمری، نیلوفیر، اور شبنمی رنگ شامل ہیں۔ یہ تمام رنگ ان کی شاعری میں نمایاں مفہوم فراہم کرتے ہیں۔ رنگوں سے واقفیت اور ان کے استعمال کے حوالے سے جو معلومات علامہ ضمیر اختر کے پاس ہیں اسے دیکھ کر ان کے وسعت مطالعہ کا صرف اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے ۔ میر انیس کے مرثیوں میں رنگوں کے استعمال پر اتنی ضخیم کتاب لکھنے سے انہوں نے میر انیس کو ماہر رنگ شناس ثابت کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رنگوں کے بارے میں اتنی تفاصیل دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ضمیر اختر خود کتنے بڑے رنگ شناس تھے۔ سبز رنگ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اس کے مزاج میں ٹھنڈک اور سکون ہے اور اگر علوم نجوم کو دیکھا جائے تو اس حساب سے سبز رنگ پر چاند کا اثر ہے اور یہ روحانی رنگ ہے یہ رنگ آنکھوں کے لیے بھی بہت بہتر ہے اور اسلامی نکتہ نظر سے بھی سبز رنگ پہننا بہت مفید ہے قرآن مجید میں بھی تقریباً دس مقامات پر سبز رنگ کا تذکرہ آیا ہے۔ میر انیس کی شاعری میں سبز رنگ ایسے پھیلا ہوا ہے جیسے دنیا میں سبزہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ کبھی نوجوانوں کے خطِ سبز کی بات کرتے ہیں، کبھی خیمۂ زنگاری کا تذکرہ کرتے ہیں اور کبھی اپنی شاعری میں سبز علم کی بات کرتے ہیں اسی طرح ان کی شاعری میں سبز نگینوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ میر انیس نے سبز اور سرخ رنگ کا امتزاج بھی اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ زرد رنگ کے بھی بہت سے شیڈ ہوتے ہیں زرد رنگوں کو زیادہ پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ قحط اور زوال کا رنگ ہے میر انیس نے بھی اپنے کلام میں زرد رنگ کا ذکر کیا۔ میر انیس نے اپنی شاعری میں زرد رنگ کے لیے جو تراکیب، محاورے اور الفاظ کا ذکر کیا ہے ان میں کچھ یہ ہیں۔ منہ زرد ہونا، نرگسی چاند، کندن، زرد پھول، زردی، زردی چھانا، گل زرد، گل آفتاب، زرد دھوپ، زرد آندھی، زعفرانی اور کیسری وغیرہ۔" (4)

ضمیر اختر نقوی میر انیس کی شاعری میں نیلے رنگ پر بھی تفصیل سے بات کرتے ہیں کہتے ہیں:

"نیلا رنگ چار ہزار سال قبل مسیح مصر میں دریافت ہوا تھا اس رنگ کے مختلف شیڈ ہوتے ہیں جیسے کہ گہرا نیلا، ہلکا نیلا، سرخی مائل نیلا یا آسمانی نیلا وغیرہ۔ نیلے رنگ کو عرب میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ عربوں کے دشمن رومی تھے ان کی آنکھیں نیلی تھیں اس لیے وہ اپنے دشمن کو "کبود چشم" یا نیلی آنکھوں والا کہتے تھے۔ اس طرح ہونٹوں کے بارے میں بھی میر انیس نے نیلے رنگ کا تذکرہ کیا ہے۔

لب پیاس سے نیلے تھے برنگ گل سوسن

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تلواریں سر پاک پہ چمکاتے تھے دشمن"(5)

میر انیس کی شاعری میں سفید رنگ پاکیزگی کی علامت ہے۔اِس ضمن ضمیر اختر کہتے ہیں:

"اس رنگ پر عطار دستارے کا اثر ہے اور اس پر مشتری کی برکت بھی ہے۔ یہ رنگ کئی صدیوں سے خلوص اور سچ کی نشانی رہا ہے یہ رنگ مختلف بلاؤں کے منحوس اثر سے بچاتا ہے۔ نبی پاکؐ کو بھی یہ رنگ بہت پسند تھا۔ مغرب میں دلہنیں سفید رنگ کا جوڑا پہنتی ہیں۔ عربی میں سفید رنگ نیک نامی، احسان، شہرت اور نعمت کی علامت ہے جب کہ انگریزی میں بھی یہ رنگ معصومیت، بے عیبی اور امن کی علامت سمجھا جاتا ہے جب کہ فارسی میں سفید رنگ معزز اور خوش نصیب ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ میر انیس اپنے کلام میں سفید رنگ کو مستقبل کی نوید، عظمت اور حق و باطل کے درمیان فیصلے کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھا جو سپیدی کو سحر کی شہ دیں نے
مڑ کر رخ اکبر پہ نظر کی شہ دیں نے
فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا
لو اٹھ کے اذاں دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا"(6)

سیاہ رنگ کو بھی میر انیس نے کئی طریقوں سے برتا ہے وہ سیاہ غلاف کعبہ کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور سیاہ لباس اور شب کی سیاہی کا تذکرہ بی اپنے کلام میں کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح سیاہ ڈھال، کالی آندھی اور قرآن کے مطابق سیاہ اور سفید چہرے بھی نظر آتے ہیں۔ میر انیس کے مرثیوں میں سنہرا اور روپہلا رنگ بھی کھل کر سامنے آتا ہے۔ جیسے سنہرا پرندہ، فیروزی اور سنہرا گنبد، ذوالجناح کے سنہرے زیورات اور علم کی نورانیت وغیرہ۔ غرض میر انیس کے کلام کے نئے زاویوں کی کھوج میں علامہ ضمیر اختر نے اپنے آپ کو ہمیشہ وقف کیے رکھا۔ ضمیر اختر انیس کی شاعری میں رنگوں کے استعمال کو ایسے تاثر کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اس سے میر انیس کے وقار میں اور اضافہ ہو جاتا ہے رنگ نگاری تو انیس کی شاعری کا ایک غیر محسوس عمل ہے جس پر ناقدین انیس اور ماہرین انیس خاموش تھے۔ علامہ ضمیر اختر صاحب نے یہ خاموشی توڑی اور انیسیات کے اس پہلو میں بھی جان ڈال دی۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۴ کو کامن ریلتھ نے انسٹیٹوٹ لندن میں انہیں انعام سے بھی نوازا گیا۔

علامہ موصوف نے انیس کے مرثیوں میں حیوانات کے ذکر پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا عنوان "میر انیس بحیثیت ماہر حیوانات" ہے۔ یہ ایک ایسا اچھوتا کام ہے اس سے پہلے انیس پر یہ کام اتنا جامع انداز میں نہ پہلے ہوا اور نہ ہی اس کے بعد اس طرح کا کام سامنے آیا ہے۔ میر انیس کے کلام میں مختلف حیوانات کا تذکرہ اور تفاصیل بیان کر کے علامہ ضمیر نے میر انیس کو تو ماہر حیوانات ثابت کر ہی دیا ہے لیکن ساتھ ہی جتنی تفصیل سے اور حوالہ جات کا سہارا لے کر انہوں نے مختلف حیوانات کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اپنے اوپر بھی حیوانات کے ماہر ہونے کی مہر ثبت کر دی ہے۔ اِس بابت اُن کا کہنا ہے:

"میر انیس کے دور میں لکھنو اور فیض آباد مکمل طور پر آباد نہیں تھے۔ باغات اور جنگلات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ایسے میں ان جگہوں پر پرندوں اور جانوروں کی کافی تعداد موجود تھی اور وہاں کے امراء بھی جانور پالنا پسند کرتے تھے۔ میر انیس نے بچپن سے ان جانوروں کا مشاہدہ بھی کیا ہو گا اور وہ ان کے عادات و اطوار اور رہن سہن سے بھی اس لیے واقفیت رکھتے ہوں گے۔"(7)

گھوڑے کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ضمیر اختر کہتے ہیں:

"میر انیس کے سب سے زیادہ اشعار گھوڑے کے متعلق ہی لکھے ہیں وہ انسان کے بعد گھوڑوں کو سب سے زیادہ شریف اور خوبصورت تصور کرتے ہیں۔ گھوڑے کی تخلیق کے بارے میں مختلف مفروضات بھی بیان کرتے ہیں۔ عربی نسل کے گھوڑوں کے بارے میں انہوں نے قیاس کیا ہے کہ یہ گھوڑے حضرت سلیمان کے ان گھوڑوں کی نسل سے ہیں جو انہیں حضرت داؤد سے ورثے میں ملے تھے۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کو عتیق کہتے ہیں جب کہ دوغلا گھوڑا، ہجین کہلاتا ہے اور معمولی قسم کے گھوڑوں کو برذون کا نام دیا گیا ہے۔"(8)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گھوڑے کے لیے استعمال ہونے والے عربی اور فارسی ناموں میں شاید ہی ایسا کوئی لفظ ہو جس کو میر انیس نے اپنے کلام میں استعمال نہ کیا ہو۔ البتہ ہندی الفاظ استعمال نہیں کیے جس کی وجہ علامہ صاحب نے یہ بتائی ہے کہ ہندوستان میں گھوڑے اعلیٰ نسل کے نہیں تھے۔ میر انیس نے گھوڑوں کی اقسام کے سلسلے میں توسن، رخش، اشہب، ادھم، کمیت، تازی، ابلق، سرنگ، رف رف اور کومل کے نام لیے ہیں۔ انیس اپنے کلام میں گھوڑوں کے اعضا مثلاً ایال، ٹاپ، سم، تھوتھنی، کنوتی، فتراک، اور تنگ وغیرہ کا ذکر بھی مہارت کے ساتھ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

"گھوڑا اپنے سوار کو پہچانتا ہے پھر چاہے وہ "پولو کا کھلاڑی ہو یا کربلا کے میدان میں حضرت عباس ہوں"(9)

میر انیس گھوڑے سے زیادہ شیر کی طرف مائل نظر آتے ہیں انہوں نے گھوڑے کے بعد سب سے زیادہ اپنے کلام میں جس جانور کا ذکر کیا ہے وہ شیر ہے۔ شیر سے اس قدر لگاؤ کی کئی وجوہات ہیں ایک تو ان کا نام میر ببر علی تھا شاید نام سے مناسبت سے ان کی وابستگی ہوگئی ہو۔ ایک اور وجہ حضرت علیؑ کا لقب "اسد اللہ" تھا۔ حضرت علی سے محبت کی وجہ سے وہ شیر کی خصوصیات کو پسند کرتے ہیں۔ میر انیس مختلف الفاظ کے ساتھ شیر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ انہوں نے شیر کے بولنے، گرجنے، بپھرنے، ہونکنے، ڈکارنے اور دوسرے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے کے لیے کئی الفاظ کا استعمال کیا ہے اور الفاظ کا یہ چناؤ ایک ماہر حیوانات کی طرح کیا ہے اپنے کلام میں شیر کے ناموں اور اس کی تلمیحات واستعارات استعمال کرنے میں میر انیس نے بہت سخاوت سے کام لیا ہے۔ انیس نے اپنے مرثیوں میں شیر کے لیے ضرغام، ضیغم، غضنفر ،اسد اور شیر ببر کے الفاظ کا چناؤ زیادہ کیا ہے۔

میر انیس نے اپنے مرثیوں میں چیتے کی پھرتی اور لمبی چھلانگ کی بات کی ے ان کی شاعری میں چیتے گھبراہٹ میں اپنی فطرت کے خلاف رد عمل دیتے ہیں۔ وہ غصہ ہونے کے بجائے گھبرا جاتے ہیں اور اتنے گھبرائے ہیں کہ اپنا شکار بھی بھول گئے ہیں۔ ضمیر اختر کہتے ہیں:

"میر انیس کی شاعری میں بھیڑیے کو منفی کردار کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ وہ لشکر یزید کو ظالم بھیڑیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حسینی فوج شیر کی طرح آئی تو خونخوار بھیڑیے دبک گئے تھے۔ شیر اور بھیڑیے کا تذکرہ کرتے ہوئے میر انیس کہتے ہیں:

غصے تھا شیر شرزہ صحرائے کربلا ے
چھوڑے تھا گرگ منزل وماوائے کربلا"(10)

عربی میں لومڑی کا نام ثعلب ہے ضمیر اختر اس کے مکر و فریب کی مثالیں بھی دیتے ہیں۔ میر انیس یزید کے لشکر کے سپاہیوں کو روباہ یعنی لومڑی سے تشبیہ دیتے ہیں وہ شیر اور لومڑی کا موازنہ بھی اپنے کلام میں کرتے ہیں میر انیس کا ماننا ہے کہ شیر لومڑی کے شر سے نہیں ڈرتا اور اگر ہزاروں لومڑیاں بھی جمع ہو جائیں تو شیر کا مقابلہ نہیں کر سکتیں گینڈے کی جلد بہت سخت ہوتی ہے اور مادہ گینڈہ اپنے بچے کو چار سال تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ بچہ جب پیٹ سے باہر آتا ہے تو اس ڈر سے بھاگ جاتا ہے کہ ماں پیار سے اس کو چاٹنا نہ شروع کر دے کیوں کہ اس کی زبان کانٹے کی طرح ہوتی ہے جو گوشت کو ہڈیوں سے جدا کر دیتی ہے۔ میر انیس اپنی شاعری میں گینڈے کی کھال سے بنی ہوئی ڈھال دشمن کی سپاہ استعمال کرتی ہے اور حسینی فوج کے سپاہیوں کی تلوار کے وار گینڈے کی کھال کی بنی ہوئی ڈھال کو بھی توڑ دیتی ہے۔

ہاتھی کا ذکر بھی میر انیس کے مرثیوں میں آیا ہے اور اس پر اعتراض بھی ہوا کہ یہ ہندوستان کا جانور ہے واقعہ کربلا کو نظم کرتے ہوئے اس کا ذکر بے معنی ہے لیکن میر انیس کے کلام کی خوبی ہی یہی ہے کہ ان کے سامعین کیوں کہ ہندوستان کے تھے تو ہندوستان کے حیوانات کا تذکرہ اپنے مرثیوں میں کر نادراصل ہندوستانی ثقافت کو استعمال کر کے وہاں کے باشندوں کے سامنے جذبات کی عکاسی کرنا تھا۔ ہاتھی طاقت کی علامت ہے میر انیس اپنے مرثیوں میں ہاتھی کی طاقت، اس کی جسامت اور اس کی ہیئت کے حوالے سے بات کی ہے۔ لیکن خاندان رسالت کے شیروں کے آگے ہاتھی بھی ان مرثیوں میں ہیچ نظر آتا ہے۔ ہرن کی نفسیات پر میر انیس کا کافی گہرا مطالعہ ہے وہ ہرن کی آنکھ اس کی چھلانگ، وحشت، اس کا خوف زدہ ہونا، ان کی ڈار پر شیر کا حملہ اس کی شوخی وچالاکی ان سب چیزوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ایک واقعے کو بھی نظم کرتے ہیں۔ جس میں ایک ہرنی حضرت امام حسین سے ایک شکاری کی شکایت لے کر آتی ہے جو اس کے بچے اٹھا کر لے گیا ہوتا ہے اور حضرت امام حسین اس کی دادرسی کرتے ہیں۔

ضمیر اختر نقوی میر انیس کی شاعری میں کچھ پرندوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور ان کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں پرندوں کی دنیا میں سب سے پہلے وہ عقاب کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی عادات واطوار اور بلند پروازی کا ذکر بھی ساتھ کرتے ہیں۔ میر انیس کی شاعری میں عقاب / شہباز مختلف علامتوں کے طور پر استعمال ہوا ہے وہ ذوالجناح کی تیزی اور پھرتی کو عقاب تشبیہہ دیتے ہیں میر انیس شہباز اور کبوتر کے ایک واقعے کو بھی جس کا تعلق حضرت علی سے ہے تلمیح کے طور پر استعمال کرتے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہیں۔اسی طرح میر انیس کربلا کے نمازیوں کے لیے بھی لفظ شہباز کا استعمال کرتے ہیں۔ میر انیس کی شاعری میں دوسرے جن پرندوں کا تذکرہ آیا ہے ان میں بلبل، فاختہ، مور، چکور، چڑیا، ہدہد، کبوتر، مچھر، چمگادڑ، سیمرغ اور گدھ وغیرہ شامل ہیں۔

طاؤس یا مور کو یورپ میں بدقسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے جب کہ ہندوؤں میں اس کو بہت مقدس سمجھا جاتا ہے میر انیس کی شاعری میں طاؤس کا ذکر صبح کی منظر نگاری میں آیا ہے جب وہ صبح کے وقت آواز نکالتا ہے اور گردن اٹھا کر چلتا ہے۔ میر انیس نے چکور یا کبک دری کی چال کو حضرت علی اکبر کے گھوڑے کی چال سے تشبیح دی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس گھوڑے کی چال سے چکور شرما جائے۔ بلبل کا ذکر میر انیس کی شاعری میں کم ملتا ہے۔ علامہ ضمیر کے مطابق بلبل کا ذکر ان کی شاعری میں بس 24 بار آیا ہے۔ لیکن ان کے کلام میں بلبل کی شہرت بہت زیادہ ہے۔ بلبل کا کام پھول سے عشق کرنا اور اللہ پاک کی حمد بیان کرنا ہے۔ بلبل پھولوں کے موسم میں بہت چہکتی ہے لیکن پھولوں سے جدائی بلبل پر بہت سخت گزرتی ہے۔ فاختہ، کبوتر اور قمری کا ایک ہی خاندان سے تعلق ہے لیکن ان میں تھوڑا فرق ہوتا ہے ہندوستانی فاختہ کبوتر سے چھوٹی اور مینا سے بڑی ہوتی ہے۔ میر انیس نے قمری کی خوب صورت آواز کا تذکرہ کیا ہے ساتھ ہی اس کے گلے پر طوق کا جو نشان ہوتا ہے اس کا ذکر بھی اپنے مرثیوں میں کیا ہے اس پرندے کو سرو کا درخت بہت پسند ہے اور میر انیس نے صبح کی منظر نگاری میں جہاں جہاں پرندوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں قمری کا تذکرہ لازمی کیا ہے
۔

میر انیس کی شاعری میں مگرمچھ کے لیے زیادہ تر نہنگ کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ تمساح کا لفظ صرف ایک جگہ پر استعمال ہوا ہے میر انیس نے گھوڑے اور تلوار کے لیے لفظ نہنگ کو تشبیہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

یہ حال تھا ضیغم دم جنگ آتا ہے جیسے
یوں آتے تھے ساحل پہ نہنگ آتا ہے جیسے (11)

میر انیس کی شاعری نے علامہ ضمیر اختر پر ایسا اثر کیا کہ یہی ضمیر صاحب کا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔ علامہ صاحب نے میر انیس پر بہت کام کیا لیکن علامہ ضمیر ہر بار میر انیس پر کچھ نیا لکھنے کا سوچتے رہتے تھے۔ اسی ضمن میں انہوں نے ایک اور تصنیف بھی لکھی ہے جس کا عنوان ہے "میر انیس کے حالات زندگی اور شاعری" تیرہ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں میر انیس کے زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں کا تحقیقی انداز میں جائزہ لیا ہے۔ پہلے باب میں انہوں نے میر انیس پر 106 مشاہیر جن میں ادباء اور شعراء شامل ہیں کے بیانات لکھے ہیں۔ ان میں ناسخ کے وہ بیانات ملتے ہیں کہ جب انہوں نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی تھی کہ اردو زبان میر انیس کے خاندان سے سیکھو آتش بھی میر انیس کے مرثیوں کے مداح تھے مرزا غالب بھی مرثیہ گوئی میں انیس و دبیر سے بڑا شاعر کسی کو نہیں مانتے تھے۔ غرض گارساں و تاسی ہوں، مولانا آزاد ہوں، صفیر بلگرامی ہوں، عبدالحلیم شرر ہوں، رتن ناتھ سرشار ہوں، عبدالسلام ندوی ہوں، اکبر الہ آبادی ہوں، مولانا ابوالکلام آزاد ہوں، گراہم بیلی ہوں، رام بابو سکسینہ ہوں، احسن فاروقی ہوں، احتشام حسین ہوں، انتظار حسین ہوں، قرۃ العین حیدر ہوں، گیان چند جین ہوں، وزیر آغا ہوں، جمیل جالبی ہوں یا ڈاکٹر سلیم اختر ہوں، یہ سب میر انیس کی شاعری اور مرثیہ گوئی کے مداح نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے حوالے کے طور پر 106 کے قریب مشاہیر کا ذکر کیا ہے جنھوں نے میر انیس کے کلام اور ان کی خدامات کو سراہا ہے۔

علامہ ضمیر اختر نے میر انیس کی زندگی کے حوالے سے اور شاعری کا تذکرہ کرنے کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ان کے سفر کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ غدر کا معاملہ پیش آنے پر لکھنو میں واجد علی شاہ کو معزول کر کے کمپنی نے اقتدار سنبھال لیا اور قتل و غارت شروع ہوئی تو بہت سے شرفا نے لکھنو چھوڑا میر انیس بھی کاکوری میں جا بسے اور امن بحال ہونے پر واپس لکھنو آ گئے۔ میر انیس نے 1859ء میں عظیم آباد کا سفر بھی کیا۔ علامہ کہتے ہیں کہ عظیم آباد نے میر انیس کا بہت احترام کیا اور وہاں ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ میر انیس نے ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں سفر کیے اور وہاں پر مجلسیں بھی پڑھیں خاص طور پر بنارس، حیدرآباد دکن کے سفر میں آپ کی بہت قدر دانی ہوئی۔ علامہ صاحب نے میر انیس کے بمبئی اور الہ آباد کے سفر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ ضمیر نے مرزا دبیر اور میر انیس کے آپس کے تعلقات کے بارے میں بھی واضح طور پر لکھا ہے۔ علامہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں باکمال شعراء ایک دوسرے کا حد درجہ احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے پر تنقیص اپنی محفل میں برداشت نہ کرتے تھے۔ لیکن اُس ماحول میں دبیریے اور انیسیے پیدا بھی ہوئے اور ان کے آپس میں معرکے بھی بہت مشہور ہوئے۔ علامہ صاحب کہتے ہیں:

"میر انیس کے محبین کی تعداد میں بتدریج اضافے کی وجہ میر انیس کے فن کا کمال تھا نہ کہ مرزا دبیر کے فن میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔"(12)

اگرچہ ضمیر اختر نقوی ان دونوں باکمال شعراء کے موازنے میں علامہ شبلی نعمانی کے ہم خیال ہیں۔ میر انیس کی زبان کو ضمیر اختر لکھنو اور دلی دونوں کی مستند زبان کہتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اردو زبان پر ان کا یہ احسان ہے کہ زبان کو ترقی دینے اور اسے نکھارنے میں ان کا بہت اہم کردار ہے۔ مرثیے کے کئی اجزاء ہیں لیکن میر انیس نے مرثیے کے تمام اجزاء اور رزم کی تمام صفات کو جیسے اپنے کلام میں برتا ہے ویسے کوئی اور نہیں کر سکا۔ وہ الفاظ کے ذریعے آنکھوں کے سامنے کسی بھی چیز کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں کہ کوئی ماہر مصور ایسا کرنے سے قاصر ہو۔ یہ ان کی شاعری کا معجزہ ہے میر انیس کو مختلف مناظر کی عکاسی پر بھی پورا عبور حاصل ہے اس حوالے سے سید مسعود حسن رضوی کہتے ہیں:

"انیس کی قوت مشاہدہ اس قدر قوی ہے کہ وہ معمولی چیزوں کے بیان میں جن کو ہم روزانہ دیکھا کرتے ہیں کوئی ایسی خاص کیفیت پیش نظر کر دیتے ہیں جیسے عام نگاہیں نہیں دکھا سکتیں اور جس کی بدولت انہیں معمولی چیزوں کی تصویر میں ایک خاص لطف پیدا ہو جاتا ہے۔"(13)

ضمیر اختر نے میر انیس کی منظر نگاری کی ایک مثال اس طرح دی ہے کہ میر انیس جب اپنی شاعری میں گرمی کی تپش اور حرارت کا ذکر کرتے ہیں تو انکے الفاظ لُو دینے لگے ہیں مثال کے طور پر:

وہ لُو، وہ آفتاب کی شدت وہ تاب وتب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب
خود نہر علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے تھے جو حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا(14)

علامہ ضمیر اختر نقوی نے میر انیس کے کلام میں اخلاقی قدروں کو بھی اجاگر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اخلاقی شاعری کی جہاں بھی بات ہوتی ہے میر انیس کا نام کھل کر سامنے آتا ہے ان کی شاعری میں اخلاقی لہریں دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ضمیر صاحب کی انیس شناسی کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ صرف انیس کے کلام کے اوصاف بیان کرنے میں مہارت رکھتے ہیں بلکہ میر انیس کے کلام کے حوالے سے کوئی اعتراض نظر آجائے تو اُس اعتراض کو سمجھ کر مدلل انداز میں نہ صرف اس کا جواب دیتے ہیں بلکہ میر انیس کے کلام سے مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ڈاکٹر احسن فاروقی صاحب میر انیس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مرثیوں میں امام حسین کا کردار پیش نہیں کیا تو ضمیر اختر نقوی نے میر انیس کے کلام سے ہی امام حسین کے کردار کی صفات کی پوری فہرست بیان کر دی ہے۔

"اعلانِ حق، ایفائے عہد، مصائب پر صبر، خودداری، ہمت واستقلال، ایثار، دشمنوں سے حسن سلوک، عفو ودرگزر، اتمام محبت، صلح پسندی، چھوٹوں پر شفقت، انسانی ہمدردی، صبر وشکر، زہد وقناعت، عبادت وریاضت، پاس صداقت، جنگ میں سبقت نہ کرنا، اللہ پر بھروسہ، غیروں سے محبت، غیروں کی قدردانی۔ ان تمام اخلاق حسنہ کی تعلیم ہم کو امام حسین کے کردار سے حاصل ہوسکتی ہے۔"(15)

لکھنو کے مرثیہ گو شاعر کسی محفل میں مرثیہ کہنے سے پہلے ایک دو رباعیاں اور سلام پڑھتے تھے یعنی یہ ایک رسم بن گئی تھی اور تمام شعرا کے یہاں یہ رواج تھا، اس رسم کا اردو ادب کو یہ فائدہ پہنچا کہ اردو ادب میں رباعیوں کا اچھا سرمایہ جمع ہو گیا۔ ضمیر اختر کے بقول میر انیس اردو رباعی کے سلسلے میں بھی ایک بڑا نام ہیں۔ میرا انیس کے دور میں جتنا ذخیرہ رباعیوں کا میر انیس کا ہے اتنا کسی اور کا نہیں ہے اور یہ رباعیاں فنی اعتبار سے بھی بہت بلند ہیں۔ ان کے مرثیوں میں جس طرح فصاحت و بلاغت، شگفتگی وسلاست، بلند تخیل اور بہترین الفاظ کا استعمال ملتا ہے بالکل ویسے ان کی رباعیاں بھی ایسی ہیں۔ ضمیر اختر تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اگر میر انیس نے صرف رباعیاں ہی کہی ہوتیں تب بھی میر انیس کا شمار اردو ادب کے بڑے شعرا میں ہوتا۔ انیس کی رباعیات میں موضوعات کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ موصوف کہتے ہیں:

"فارسی اساتذہ کے کلام کا موضوعات کی طرح ان کے موضوعات ہیں۔ اور رباعی میں میر انیس اردو اور فارسی رباعی گو شعراء سے ممتاز بھی ہیں کہ انہوں نے رباعی کا ایک نیا موضوع نکالا۔ موضوع میں یہ اضافہ رثائی رباعیوں کی تخلیق ہے اگرچہ انیس

سے پہلے رثائی رباعیوں کے اشارے ضرور ملتے ہیں لیکن میر انیس نے باقاعدہ طور پر رثائی رباعیاں لکھنا شروع کیں۔ انیس کے قدیم موضوعات میں بھی خمریہ رباعیوں کے علاوہ باقی تقریباً تمام موضوعات پر رباعیاں ملتی ہیں۔"(15)

علامہ ضمیر اختر نے میر انیس کی اخلاقی رباعیات، مذہبی رباعیات، فلسفیانہ رباعیات اور ذاتی رباعیات پر بھی بحث کی ہے۔ انیس اور انیس کے کلام سے محبت کا یہ عالم ہے کہ علامہ ضمیر اختر نے صرف ان کے فن پر بحث کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اس سے چند قدم آگے آ گئے ہیں۔ انیس سے عشق کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو گی کہ انہوں نے وہ کلام بھی قارئین کے سامنے پیش کیا جو میر انیس کی زمین میں کہا گیا ہے اس ضمن میں انہوں نے وحید اختر، میکش اکبر آبادی، ماہر افغانی، شیر افضل جعفری، تجمل لکھنوی اور زاہد فتح پوری سمیت 13 شعرا کے سلام پیش کیے ہیں جو میر انیس کی زمین میں لکھے گئے ہیں۔ مرثیوں میں تغزل کے حوالے سے علامہ موصوف مزید کہتے ہیں:

" اردو شاعری میں چند الفاظ ایسے ہیں جن کا تعلق غزل سے جوڑا جاتا ہے میر انیس نے ایسے الفاظ اپنے رثائی کلام میں خوب صورتی سے استعمال کیے ہیں۔ حالاں کہ عام طور پر ایسے الفاظ کی گنجائش مرثیوں میں نظر نہیں آتی۔ مثلاً صراحی، گل و بلبل، نرگسی آنکھیں، گیسو اور رخسار وغیرہ۔ یہی ان کے کلام کی جدت ہے اگرچہ میر انیس کے کلام میں جدیدیت کے پہلو واضح طور پر نظر نہیں آتے۔ لیکن میر انیس نے پرانے انداز کو چھوڑ کر جدیدیت کے پہلو پیدا ضرور کیے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف نئے تلازموں کو برتنے کی سعی کی ہے بلکہ غزل کو بھی ایسا اسلوب تحفے میں دیا جسے بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی تک استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کسی بھی شاعر کے فن کی عظمت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ اس شاعری کا تعلق چاہے جس بھی صنف سے ہو اس میں جدیدیت اور بلندی خیال موجود ہو۔ میر انیس بھی فن کی عظمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کے مرثیے ہوں، رباعیاں ہوں، سلام ہوں یا غزلیں ان سب میں فن کی عظمت کھل کر سامنے آتی ہے۔ اس پر بات یہ کرتے ہوئے ایک ناقد نے انیس اور غالب کا تقابل کچھ اس طرح کیا ہے کہ اگر انیس مرثیہ نہ بھی کہتے تو غزل کے بہت اچھے شاعر ہوتے اور غالب اگر غزل نہ کہتے تو وہ مرثیہ نگار نہیں بن سکتے تھے۔"(17)

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ایسا انیس شناس برصغیر پاک و ہند میں دوبارہ نہیں پیدا ہو گا۔ ان کی انیس فہمی کے ضمن میں ان کی ایک اور شاہکار تصنیف کا تذکرہ ضروری ہے جس کا عنوان ہے "ہر صدی کا شاعر اعظم میر انیس" ہے چالیس سال میں میر انیس پر جتنا منفرد و مستند کام ہوا ہے ان سب کا تذکرہ علامہ ضمیر نے اس فن پارے میں کیا ہے اس کتاب میں میر انیس کی شخصیت و فن کے حوالے سے مختلف ادباء کے مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین کی ورق گردانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کے بہترین دانشوروں اور مفکروں نے میر انیس کے فن کو کس طرح پرکھا ہے؟ ان کی زندگی سے کیا سیکھ حاصل کی ہے؟ اور میر انیس کے اسلوب کا تجزیہ کس انداز میں کیا ہے اس تصنیف میں جتنے بھی مضامین اور مقالہ جات شامل کیے گئے ہیں ان میں سے زیادہ تر علامہ صاحب نے ان صاحبانِ کمال سے فرمائش کر کے لکھوائے ہیں اور یہی حال اس تصنیف میں شامل منظومات کا بھی ہے اس حوالے سے علامہ ضمیر اختر نقوی کہتے ہیں کہ انیس شناسی کے حوالے سے ضمیر اختر کا ایک اور کارنامہ ان کی انگریزی کتاب ہے جس کا عنوان ہے۔ ضمیر اختر نقوی جناب میر انیس کو اردو شاعری کے 4 ستونوں میں سے ایک ستون گردانتے "داسٹڈی آف ایلیجیز آف میر انیس" ہیں۔ میر تقی میر، غالب، اقبال اور میر انیس۔ میر انیس کے کلام کا ترجمہ برصغیر کی کافی زبانوں میں ہوا جیسے کہ بنگالی، گجراتی، پنجابی، ہندی اور سندھی وغیرہ۔ اس کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی میں بھی ان کے کلام کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی میں میر انیس پر کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں علامہ ضمیر اختر نقوی نے انیس پر لکھے گئے کئی مقالہ جات کو اکٹھا کر کے مذکورہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ علامہ موصوف کی خواہش تھی کہ برصغیر کے باہر کے لوگ جو انگریزی سمجھتے ہیں انہیں بھی میر انیس کا کلام سمجھنے کو ملے اس حوالے میں ضمیر اختر کہتے ہیں:

"During the last 30 years the articles written on Meer Anees were scattered. I brought them together and decided that on occasion of 2nd century anniversary celebration on Meer Anees birth, besides the book published on Meer Anees in urdu by Markaz-e-Uloom-e-Islamia one book in English must Also be published on him" (18)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.2 2026

ضمیر اختر نقوی نے تیس انتہائی اہم انگریزی مضامین و مقالہ جات کو اس کتاب میں اکٹھا کر دیا ہے۔ ان مضامین میں میر انیس کی زندگی ان کے مرثیوں اور ان کے سلاموں پر عالمانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کلام میں قدرت، ان کی شاعرانہ عظمت و ذہانت اور ان کی شاعری میں رنگوں کے استعمال کو زیر بحث لایا گیا ہے اس کتاب میں دو مضامین ایسے بھی ہیں جن میں میر انیس کے کلام کا موازنہ اسپنسر اور شیکسپیئر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ بات سو فیصد درست ہے کہ پاکستان میں انیس پر جتنا بھی اعلیٰ درجے کا کام ہوا ہے اس کے پیچھے علامہ ضمیر ہمیں براہ راست نظر آتے ہیں انیس شناسی کا آج جو رنگ ہمیں پاکستان میں نظر آتا ہے اس کے پیچھے ضمیر اختر کی ہی تحریک ہے اس حوالے سے کوثر الہ آبادی کہتے ہیں:

"مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ خدا نے آپ کو مرثیے اور میر انیس کے لیے دنیا میں بھیجا ہے جس طرح مرزا غالب کے کام کے ساتھ چند نام وابستہ ہیں اسی طرح میر انیس کے نام کے ساتھ بھی چند نام وابستہ ہیں ان میں آپ کا نام اضافے کی حیثیت رکھتا ہے (19)"

میر انیس پر علامہ ضمیر اختر نقوی کا کام استناد کا درجہ رکھتا ہے اس باب میں ان کے تحقیقی و تنقیدی کام کی ہلکی سی جھلک سامنے رکھی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ علامہ ضمیر نے انیس شناسی و انیس فہمی کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ ان کی زندگی کے ہر گوشے میں میر انیس جلوہ گر ہیں۔ تحقیق ہو یا تنقید، مضامین ہوں یا ضخیم کتب، خطوط ہوں یا مجلسیں ان کی ہر بات میر انیس کے بغیر ادھوری نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر شوذب کاظمی، "ضمیر حیات"، (کراچی: مرکز علوم اسلامیہ، ۲۰۰۹ء)، ۴۹۳۔

2۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "خاندان میر انیس کے نامور شعراء"، (کراچی: مرکز علوم اسلامیہ، ۲۰۱۲ء)، ۲۰۔

3۔ انتظار حسین، "دی لینگویج آف کلرز"، (مشمولہ ڈیلی ڈان، ۲۸ مئی ۲۰۰۰ء)، ۸۔

4۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال"، (کراچی: مرکز علوم اسلامیہ، ۲۰۰۹ء)، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۸۲۔

5۔ ایضاً، ۲۰۱۔

6۔ ایضاً۔ ۲۰۹۔

7۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "میر انیس بحیثیت ماہر حیوانات"، (کراچی: مرکز علوم اسلامیہ، ۲۰۱۰ء)، ۷۔

8۔ ایضاً، ۱۴۳۔

9۔ ایضاً، ۱۴۶، ۱۴۸۔

10۔ ایضاً، ۹۸۔

11۔ ایضاً، ۳۰۳۔

12۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "میر انیس کے حالات زندگی اور شاعری"، (کراچی: میر انیس اکیڈمی، ۲۰۱۹ء)، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۲۴۔

13۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب، "نقد انیس"، (نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ۲۳۔

14۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "میر انیس کے حالات زندگی اور شاعری"، ۱۶۸۔

15۔ ایضاً، ۱۷۷۔

16۔ ایضاً، ۴۲۵، ۴۲۶۔

17۔ ایضاً، ۴۲۰، ۴۶۱، ۴۵۷۔

18۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، "دا سٹڈی آف ایلیجیز آف میر انیس"، (کراچی: محسنہ میموریل فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء)، ۶۔

19۔ ڈاکٹر شوذب کاظمی، "ضمیر حیات"، ۵۸۳۔